پیغامِ سیرت!

عدمِ برداشت اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

اسلام جیسے دینِ اخوت ہے، جس طرح دینِ فلاح و سالمیت ہے، جیسے داعیٔ مساوات و عدل ہے، جیسے علمبردارِ صداقت و امانت ہے، اسی طرح دینِ برداشت و تحمل، علمبردارِ رحمت و رافت، داعیٔ عفو و کرم اور پیغامبرِ حلم و رواداری بھی ہے، اسلام آدمی کو انسانیت کا جامہ پہنانے، اس کے اخلاق و عادات کی تہذیب کرنے اور اس کے انداز کو سجانے اور سنوارنے کے لئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے، اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، جس کی اہم صفات میں سے ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' بھی ہیں، ان دونوں کا مادہ رحم ہے، قرآنِ حکیم کا آغاز بھی جس سورت سے ہوتا ہے وہ الحمد للہ رب العالمین O الرحمٰن الرحیم O سے شروع ہوتی ہے۔

حدیث قدسی ہے۔

ان رحمتی سبقت غضبی (۱)

بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

۱۔ احمد بن محمد بن حنبل / المسند، ج۲، صفحہ ۵۰۷، داراحیاء التراث العربی بیروت طبع ثانیہ ۱۹۹۳ء مکمل حدیث اس طرح ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ''لما قضی اللہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش، ان رحمتی سبقت غضبی''

اور اللہ کے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبیٔ رحمت ہیں، آپ ﷺ کو کل عالم کے لئے رحمتِ تمام بنا کر مبعوث فرمایا گیا، خود قرآن آپ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے!

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ O (۱)

اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے متعلق یہی فرماتے ہیں کہ!

بُعثتُ داعیاً و رَحمۃً O (۲)

میں تو داعی (حق) اور رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی خواہ قبل از بعثت ہو یا بعد از بعثت اور چاہے قبل از ہجرت ہو یا بعد از ہجرت، مکمل طور پر عفوودرگزر، رحم و ترحم، عدل و انصاف، برداشت و تحمل، حلم و بردباری اور رواداری سے عبارت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ سے آپ ﷺ کے برداشت و تحمل پر مبنی واقعات کا استقصاء کیا جائے تو شاید شمار بھی ممکن نہ ہو، صرف چیدہ چیدہ واقعات بیان کرنے کے لئے بھی صفحات کی کافی ضخامت درکار ہے۔

آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر عدمِ برداشت کا رجحان بڑی تیزی سے فروغ پا رہا ہے اور برداشت و تحمل پر مبنی رویئے ختم ہوتے جارہے ہیں، نتیجتاً فتنہ وفساد اور شر وعناد بڑھ رہا ہے اور اس طرح وہ صلاحیتیں جن کا مثبت استعمال تعمیری سرگرمیوں کو پروان چڑھاتا ہے، منفی استعمال ہونے کی وجہ سے تخریبی کارروائیوں میں اضافے کا موجب بن رہی ہیں۔ اس کا واحد سبب احکاماتِ خداوندی سے ناواقفیت اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری ہے۔

عدمِ برداشت اور قرآنِ حکیم

برداشت اور تحمل کے معاملے میں قرآنِ کریم کی ہدایات نہایت واضح ہیں، وہ جگہ جگہ

۱۔ سورۃ انبیاء، آیت ۱۰۷، ۲۔ قاضی عیاض / الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج ۱، صفحہ ۶۱، مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ مصر، ۱۹۵۰ء، جب احد میں آپ ﷺ زخمی ہوئے تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ مشرکین مکہ کے لئے بددعا فرمائیں، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو داعی حق اور رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔

صبر و تحمل کی تلقین کرتا ہے، اور صبر کرنے والوں کے لئے بڑے اجر کا وعدہ کرتا ہے، قرآنِ حکیم کے مطابق مومن کو مختلف طریقوں سے آزمایا جائے گا سو جو کوئی اس آزمائش میں پورا اترے گا اور مشکلات پر صبر کرے گا اس کے لئے خوشخبری ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا!

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (۱)

اور ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے، سو آپ (ﷺ) صبر کرنے والوں کو (رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی کی) خوشخبری سنا دیجئے،

قرآن کریم کی تعلیمات یہ ہیں کہ اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو صرف بقدرِ تکلیف بدلہ لینے کی اجازت ہے، لیکن اگر کوئی شخص برداشت کرے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (۲)

اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو صرف اتنی تکلیف دو جتنی تکلیف تمہیں ان سے پہنچی ہے، اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب بھی انصاف کرنے کا معاملہ ہو تو دوست و دشمن اور اپنے و پرائے کی کوئی تفریق روا رکھنا درست نہیں، اور ہر حال میں انصاف سے کام لینا ضروری ہے، فرمانِ خداوندی ہے!

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۳)

اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف سے گواہی دینے کی خاطر کھڑے ہو جاؤ (تیار رہو) اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ترک مت کرو (اور) عدل کرتے رہو، یہی بات

۱۔ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۵، ۲۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۶، ۳۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸،

تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ اعمال سے باخبر ہے۔

نبیٔ رحمت ﷺ اور برداشت

اللہ تعالیٰ کا اس دنیا پر یہ احسانِ اعظیم ہے کہ اس نے پیغمبرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ان کے ذریعے باہمی رواداری، صلح اور انصاف پر مبنی ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس کی بنیاد ہی برداشت و تحمل اور عدل و انصاف پر تھی، اور آپ ﷺ کے متوازن اور عادلانہ اقدامات کی وجہ سے صدیوں کے جانی دشمن باہم شیر و شکر ہوگئے، سالہا سال سے لڑی جانے والی قبائلی جنگیں یک لخت بند ہوگئیں اور کالے و گورے، عجمی و عربی اور آقا و غلام کا فرق ختم ہوگیا، سب نے رواداری اور دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے جینے کا سلیقہ سیکھ لیا، اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ انعام یاد دلاتے ہوئے فرمایا!

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (۱)

اور تم پر اللہ کا جو احسان ہے وہ یاد کرو جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی سو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، حالانکہ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر اس نے تمہیں اس (آگ) سے بچالیا، اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں اسی طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

برداشت و تحمل اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مکارمِ اخلاق کی طرح برداشت و تحمل کے فروغ اور عدمِ برداشت کے سدِباب کے لئے عملی اقدامات بھی فرمائے ہیں اور خود عمل پیرا ہو کر بھی اسوۂ حسنہ کی صورت میں بہترین نمونہ عمل قیامِ قیامت تک آنے والی ساری نسلِ انسانی کے لئے پیش فرمایا اور تعلیمات، ہدایات اور فرمودات کے ذریعے بھی مختلف انداز اور اسلوب سے اس کی تلقین فرمائی ہے کہ کوئی کام بھی ہو اس میں اعتدال، تحمل، برداشت اور رواداری کا عنصر غالب رہنا

۱۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۳۔

چاہئے، چند احادیثِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا!

تم ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رہو، برائی کو نیکی کے ذریعے مٹاؤ اور تمام انسانوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔(۱)

عفوودرگزر کی تلقین فرماتے ہوئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے!

تعافوا تسقط الضغائن بینکم (۲)

باہم درگزر سے کام لیا کرو، اس طرح باہمی کینے دور ہو جائیں گے۔

اور نرمی کی تلقین اس طرح فرمائی!

من یحرم الرفق یحرم الخیر کله (۳)

جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر طرح کی بھلائی سے محروم رہا۔

ظاہر ہے کہ جب انسان کے اندر نرمی نہیں ہوگی تو وہ قوتِ برداشت سے کیسے کام لے گا؟ اور عفوودرگزر کی صلاحیت کیونکر رکھے گا؟

عدمِ برداشت کے سدِباب کیلئے اسلام کے اقدامات

اسلام نے عدمِ برداشت کے سدِباب اور تحمل ورواداری کے فروغ کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں، اسلام انسان میں قوتِ برداشت پیدا کرتا ہے، اگرچہ کسی واقعے سے فوری طور پر متاثر ہونا اور ردِعمل کے طور پر اشتعال میں آجانا، غصے ہونا اور بدلہ لینے کے لئے جوابی اقدام کرنا انسانی فطرت کا حصہ ہے، مگر اسلام نے اس کی تہذیب کی، بے موقع غصے کی ممانعت فرمائی اور بات بے بات اشتعال میں آجانے کو بری عادت قرار دیا، اسلام نے ہر معاملے میں اعتدال و میانہ روی سے کام لینے اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیا، ظلم وزیادتی اور کسی بھی معاملے میں حد سے گزرنے اور غلو سے کام لینے سے منع فرمایا، اور آپس میں ایسی اخوت کی بنیاد رکھی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہے اور تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اسلام نے عدمِ

۱۔ سید فضل الرحمٰن / ہادیٔ اعظم ﷺ، ص ۴۳۳، بحوالہ ترمذی، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء،
۲۔ہیثمی / مجمع الزوائد، ج ۸، ۸۲، مکتبہ القدسی، بیروت، ۳۔احمد بن محمد بن حنبل / المسند ج ۵، ص ۴۹۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، طبعہ ثانیہ ۱۹۹۳ء،

برداشت کے سدِ باب کے لئے بہت سے اقدامات کئے، یہاں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

غصہ و اشتعال انگیزی

تیز و تند جذبات کے مواقع پر تحمل و بردباری سے کام لینا اور اپنی قوتِ برداشت کو آزمانا ہی دانشمندی کا تقاضا ہوتا ہے، اس طرح ایک تو جھگڑا طول نہیں پکڑتا، دوسرے فریقِ مخالف کو بھی نصیحت ہوتی ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ ایسی صورت میں عام طور پر جلد یا بدیر اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں پرہیزگار لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے!

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O (۱)

وہ (پرہیزگار) لوگ فراخی اور تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو اس طرح خراب کرتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

اعتدال کا حکم

اگر انسان ہر معاملے میں اعتدال سے کام لے اور میانہ روی اختیار کرے تو اس کا مزاج ہی ایسا بن جائے گا جو اسے شدت پسندی اور عدمِ برداشت پر مبنی منفی طرزِ عمل سے باز رکھے گا، اس لئے اسلامی تعلیمات انسان کو زندگی کے ہر شعبے اور معاملے میں میانہ روی کی راہ پر چلنا سکھاتی ہیں، آپ ﷺ نے جگہ جگہ اس کی تاکید فرمائی ہے، اور دوستی، دشمنی دونوں صورتوں میں اعتدال کا درس دیتے ہوئے فرمایا!

"اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ محبت کرو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی روز تمہارا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن سے دشمنی، بھی اعتدال کے ساتھ رکھو ممکن ہے کہ وہ کسی روز تمہارا دوست ہو جائے۔" (۲)

۱۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۳۴، ۲۔ سید فضل الرحمٰن / ہادیٔ اعظم ﷺ، ص ۴۳۴،

غلو سے بچنے کی تاکید

اسلام جہاں میانہ روی اور اعتدال کی تلقین کرتا ہے وہیں وہ غلو سے بچنے کی تاکید بھی کرتا ہے، غلو کا مطلب ہے حد سے تجاوز کرنا۔(۱) اور یہ اعتدال کی ضد ہے اس لئے اگر انسان غلو سے کام لے گا تو وہ میانہ روطرزِ عمل قائم نہ رکھ سکے گا اور نتیجتاً شدت پسندی کا شکار ہو جائے گا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اعتدال و میانہ روی کا طریقہ ہمیشہ کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اور غلو کے نتیجے میں ہمیشہ خسارے اور نقصان کا سامنا ہوتا ہے، اسی طرح غلو عدم برداشت تک بھی لے جاتا ہے اور غلو سے پرہیز انسان کو برداشت کرنے اور صبر و تحمل کا درس دیتا ہے، قرآنِ کریم میں دین کے بارے میں غلو سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اہل کتاب کو حکم ہے۔

يَأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ط(۲)

اے اہلِ کتاب اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ایا کم و الغلو فی الدین فانما هلك من كان قبلكم بالغلو فی الدین(۳)

دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے آنے والی قومیں دین میں غلو ہی کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔

عفو و درگزر کا حکم

کسی بھی معاملے میں جذبات سے مغلوب ہونا ہوش و خرد سے بے گانہ کر دیتا ہے اور غصے کی حالت میں کیئے جانے والے افعال عموماً بعد میں پچھتاوے کا باعث بنتے ہیں، کسی بھی واقعے سے فوری طور پر متاثر ہو کر ردِ عمل کے لئے متحرک ہو جانا قوتِ برداشت میں کمی اور ضبط و تحمل کے معاملے میں کمزوری کا ثبوت ہے، اس قبیح عادت کو عفو و درگزر کی اچھی عادت ہی مٹا سکتی ہے، قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا درس دیا گیا ہے، سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہے!

۱۔ راغب اصفہانی / المفردات، ص ۳۶۵، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب کراچی، ۲۔ سورۂ نساء آیت ۱۷۱، ۳۔ احمد بن محمد بن حنبل / المسند ج ۱، ص ۳۵۶،

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا ج فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○ (۱)

اور برائی کا بدلہ اُسی قدر برائی ہے، پس جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلا شبہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اخوتِ اسلام کی تعلیم

اگر پوری انسانی برادری کی بنیاد اخوت و بھائی چارے پر قائم ہو جائے تو بہت سی برائیوں اور ناانصافیوں کا خود بخود سدِباب ہو سکتا ہے، خصوصاً عدم برداشت کا رویہ اسی وقت پروان چڑھتا ہے جب انسان کے اندر اخوت و بھائی چارے کا مادہ کم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جیسے انسانوں کو اپنے سے کمتر تصور کرنے لگتا ہے، اسلام نے بہت سی مصالح کے پیشِ نظر جن میں سے ایک عدمِ برداشت پر مبنی رویئے کی اصلاح بھی ہے، اخوت کی تعلیم دی ہے، اسلام اخوت اور اپنے مسلمان بھائی کی مکمل خیر خواہی اور ہر حال میں اس کی مدد کرنے کا نام ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے!

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (۲)

بیشک مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اسلام صرف دو بھائیوں میں صلح ہی کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس کی ہدایت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی ہر حال میں مدد کی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا!

انصرا خاك ظالماً او مظلوما۔

''اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ مظلوم کی مدد کا مفہوم تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دینا اور اس کام سے منع کرنا ہی اس کی مدد ہے۔ (۳)

۱۔ القرآن سورۂ شوریٰ، آیت ۴۰، ۲۔ القرآن سورۂ حجرات آیت ۱۰، ۳۔ احمد بن حنبل / المسند، ج ۳، آیت ۱۰،

عدم برداشت کے قومی رجحانات

عدمِ برداشت کے حوالے سے ہمارا قومی رجحان کافی حد تک تشویش ناک ہے، اور یہ پہلو بھی اصلاح احوال کے لئے ہم سے فوری توجہ چاہتا ہے، عدمِ برداشت کے قومی رجحان کے بہت سے پہلو ہیں، ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خودکشی

جب کوئی شخص اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا یہ عمل خودکشی کہلاتا ہے۔(۱) خودکشی قانوناً جرم ہے اور ماہرینِ نفسیات کے مطابق یہ نفسیاتی بیماری ہے، خودکشی بھی عدم برداشت کے رجحان کا ایک حصہ ہے، انسان جب حالات سے تنگ آجاتا ہے اور اسے اپنی موجودہ حالت کے ساتھ گزارا کرنا مشکل نظر آتا ہے تب وہ خودکشی کے ذریعے راہِ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے، اس رجحان کا سدِباب، صرف اسلام کرتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں بہت سے دوسرے مذاہب جن میں ہندو مذہب بھی شامل ہے خودکشی کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔(۲) صرف اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے خوکشی کو حرام موت قرار دیا ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہے!

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (۳)

اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

احادیث میں بھی متعدد مقامات پر اس کی ممانعت بیان ہوئی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من قتل نفسه بحديدة فحديدته بيده يجا بها فى بطنه فى نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابداً، ومن قتل نفسه بسم فسمه بيده يتحساه فى نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا، ومن تردىٰ من جبل فقتل نفسه فهو يردىٰ فى نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا، (۴)

۱۔ سیدہ سعدیہ غزنوی / نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات، ص ۱۷۱، الفصیل ناشران و تاجرانِ کتب لاہور، اشاعت ششم لاہور ۱۹۹۶ء، ۲۔ ایضاً، ص ۱۷۲، ۳۔ سورۂ نساء آیت ۲۹، ۴۔ احمد بن محمد بن حنبل / المسند ج ۲، ص ۵۰۰،

جس شخص نے اپنے آپ کو کسی لوہے کی چیز سے قتل کیا تو (آخرت میں) وہی لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اس سے اپنے آپ کو مارتا ہی رہے گا، اور جس نے زہر سے خودکشی کی وہ اپنے ہاتھ سے زہر (کھا کھا کر اس) کے ذریعے اپنے آپ کو ہمیشہ مارتا رہے گا، اور جس نے پہاڑ پر سے گر کر خودکشی کی وہ ہمیشہ جہنم میں لڑھکتا ہی رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ خودکشی کی شرح ان ممالک میں بہت زیادہ ہے جو غیر مسلم ہیں، یا جہاں مسلمان کم تعداد میں ہیں۔(۱) دلچسپ بات یہ ہے کہ یورپ کے وہ حصے جہاں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں اسی تناسب سے خودکشی کے واقعات میں کمی ہو رہی ہے۔(۲)

لوٹ مار

لوٹ مار بھی عدمِ برداشت کی ایک واضح مثال ہے، لوٹ مار کرنے والا شخص کسی کے پاس دولت، برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوتا اور وہ راتوں رات دولت مند بن جانے کی ہوس میں دولت کے حصول کے ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے، اسلام نے اس کی کئی طرح سے بیخ کنی کی ہے، ایک طرف تو اسلام کا حکم ہے کہ جو لوگ دنیا میں لوٹ مار کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں یا تو قتل کر دیا جائے یا ان کے ہاتھ پیر کاٹ کر انہیں نمونہ عبرت بنا دیا جائے اور کسی ایک فطرتاً کج رو شخص کو قتل کر دینا یا اس کے ہاتھ پیر کاٹ دینا پوری انسانیت کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری بھی ہے اور مناسب بھی، قرآنِ حکیم میں فرمایا!

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ (۳)

"بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سیدہ سعدیہ غزنوی / نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات، ص ۱۷۵۔۱۷۶،
۲۔ اس سلسلے میں محولہ بالا کتاب میں اعداد و شمار کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ مسلم ممالک میں یہ تناسب کم ہے بلکہ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں یا ان کی آبادی بڑھ رہی ہے وہاں پر خودکشی کے واقعات میں کمی واقع ہو رہی ہے، کتاب میں اس کی وجوہات و محرکات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ص ۲۰۶، ۳۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۳،

پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے، یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ تو ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا ہی سخت عذاب ہے۔"

فقہا کے نزدیک اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکے ڈالتے ہیں، اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہتے ہیں، اس طرح اس میں ڈاکو اور باغی دونوں شامل ہیں۔(۱)

قتل و غارت

قتل و غارت گری بھی عدمِ برداشت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، انسان کی جب عدمِ برداشت انتہا کو چھونے لگتی ہے تو وہ قتل جیسے انتہائی اقدام کو کرنے سے بھی نہیں چوکتا، دراصل وہ قتل کر کے اس بات کا تاثر دینا چاہتا ہے کہ وہ سب سے طاقتور ہے اور فریقِ مخالف کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں، عدمِ برداشت کا یہ انداز سب سے زیادہ خطرناک اور نقصاندہ ہے، اور ایک انصاف پسند معاشرہ یہ رجحان قطعاً برداشت نہیں کر سکتا، اسلام نے بھی اس کے سدِ باب کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں، انسانی جان کو محترم قرار دیتے ہوئے اس کو جان بوجھ کو تلف کرنے والے کے لئے دنیا میں بھی سخت ترین سزا یعنی جان کے بدلے جان کے اصول کے تحت اسکو قتل کرنا اور آخرت کی سخت ترین سزا یعنی جہنم کی دائمی زندگی کا اعلان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (۲)

"اور جس شخص نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

انسانی جان کی حرمت اللہ کے نزدیک اس قدر ہے کہ کسی ایک انسان کا قتل پوری

۱۔ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن، ج ۳، ص ۱۱۹، ادارۃ المعارف کراچی، طبع سوم ۱۹۷۶ء، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے، سید فضل الرحمٰن / احسن البیان فی تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۷۲-۷۷، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی، ۱۹۹۶ء، ۲۔ سورۂ نساء، آیت ۹۳،

انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے، فرمایا!

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ (۱)

"(ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ) جو کوئی کسی کو مار ڈالے، بغیر کسی جان کے بدلے کے، یا زمین پر فساد پھیلانے کے بغیر تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا"

فرقہ واریت اور عصبیت

فرقہ واریت اور عصبیت دونوں ہی عدمِ برداشت کے رجحان کی پیداوار ہیں اور بد قسمتی سے وطنِ عزیز میں یہ دونوں تصورات کافی مہلک اثرات مرتب کر رہے ہیں، فرقہ واریت اور عصبیت دونوں ایک ہی رجحان کے دو رخ ہیں، فرقہ واریت میں ہر فرقہ (یا متعلقہ فرقہ) یہ تصور کر لیتا ہے کہ اسے اپنے عقائد یا عزائم دوسروں پر بزور اور بہ جبر مسلط کرنے کا حق ہے اور وہ اس عمل میں پوری طاقت صرف کر دیتا ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تشدد اور قتل و غارت گری سے بھی دریغ نہیں کرتا، جبکہ تعصب میں بھی انسان حق و انصاف کی بجائے اپنے مخصوص گروہ کے مفادات کو اولیت دیتا ہے اور ہر معاملے کو ایک مخصوص نظر سے دیکھتا ہے یہ دونوں زہر آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھاتے ہیں اور بالآخر اس قدر تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں کہ ان سے چھٹکارا پانا سخت مشکل ہو جاتا ہے، اسلام انکی سنگینی کی وجہ سے ان کی پوری قوت سے سر کوبی کرتا ہے اور انہیں کسی صورت بھی سر اٹھانے کا موقع دینا گوارا نہیں کرتا، فرقہ بندی کے خلاف قرآن کا اعلان ہے!

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ (۲)

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت کرو۔"

اس آیت میں فرقہ واریت سے بچنے کا ایک سب سے سہل اور سب سے عمدہ طریقہ بھی بتا دیا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جب انسان اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کر لے گا اور اس کے ہر امر اور نہی کو دل و جان سے تسلیم کرے گا تو اختلاف ہی باقی نہ رہے گا، نہ بات بے بات مخالفت کی نوبت آئے گی، دوسری جگہ فرمایا!

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۲، ۲۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۳،

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ (۱)

”اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ سو اسی کی اتباع کرو، اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس (خدا کے) راستے سے بھٹکا دیں گے۔“

اس آیتِ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ تفرقہ اس وقت پیدا ہوگا جب اللہ کے راستے کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اس پوری بحث سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، اور اس کا خمیر ہی سالمیت و امن سے اٹھا ہے، اس لئے وہ قدم قدم پر یہی ہدایات دیتا ہے کہ برائی کے مقابلے میں بھلائی سے پیش آؤ، زیادتیوں پر صبر کرو، مجرموں سے عفوودرگزر کا معاملہ کرو، اشتعال کے مواقع پر تحمل سے کام لو، ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کرو اور انتہا پسندی اور غلو سے بچو، ہر حالت میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو، خواہ تمہارے سامنے تمہارا مخالف ہی کیوں نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بھی ایک بڑا حصہ عدمِ برداشت کے رجحان کے خلاف ذہن سازی کرتا نظر آتا ہے، خود آپ ﷺ کی پوری زندگی خواہ قبل از بعثت ہو یا قبل از ہجرت اسی کی تعلیم دیتی ہے اور مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام اور ہر طرح سے طاقت اور غلبہ حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ ﷺ کا طرزِ عمل مکمل طور پر برداشت و تحمل ہی کا رہا، اور آپ ﷺ کے قول و فعل سے کبھی بھی روایتی سربراہانِ مملکت والا طرز ظاہر نہیں ہوا، آپ ﷺ نے مشرکینِ مکہ کی سختیاں، منافقین کی سازشیں، یہود کی ریشہ دوانیاں، بدوؤں کی بے تہذیبی اور مخالفین کی شرارتیں سب برداشت کیں اور کبھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا اور ہمیشہ عفوودرگزر کا معاملہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔

آج پورا عالم عدمِ برداشت کے خطرناک رجحان اور انتہا پسندی کی ضرر رساں روش کا شکار ہے، خصوصاً عالمِ اسلام ہر طرف سے اس رجحان کا شکار ہو رہا ہے، وطنِ عزیز میں بھی یہی رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔ اس لئے سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۱۵۳۔

اصلاح کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں، ہمیں اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں اور عالمِ اسلام کو ان مصائب و آلام سے نجات عطا فرمائیں۔

الحمد للہ "السیرۃ" کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے نہ صرف ہمیں اس سلسلے کے اجراء کی توفیق مرحمت فرمائی بلکہ اسے ہماری توقعات سے بڑھ کر پزیرائی بھی بخشی، فلہ الحمد والشکر اولاً و آخراً،

علماء و فضلاء، اہلِ علم اور دانشوروں نے "السیرۃ" کو نہ صرف پسند کیا بلکہ اسے وقت کی اہم ضرورت بھی قرار دیا۔ ان کے تبصروں اور تاثرات سے اقتباسات آخر میں "تبصرے اور تاثرات" کے عنوان کے تحت پیش کئے جا رہے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے کہ یہ شمارہ ۴۰۰ صفحات کی ضخامت لئے ہوئے ہے، امید ہے کہ "السیرۃ" کا سفر کامیابی سے جاری رہے گا اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کے ابلاغ میں ہمارے ساتھ شرکت کرنے والوں میں اضافہ ہوتا رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ!

وما علینا الا البلاغ المبین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و سلم تسلیماً کثیرا